تاریخ کی روشنی میں

تصوّف کی حقیقت

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن الٰہی علوی
۷ گلزار عبداللہ ہارون روڈ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے یہ مضمون لکھنے کا محرک یوسف سلیم صاحب چشتی کا وہ مضمون ہے جو "ہندوستان میں بھگتی تحریک" کے نام سے اکتوبر ۱۹۸۰ء کے "میثاق" میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں چشتی صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ "ہندوستان میں اسلام صرف صوفیوں اور چشتیوں نے پھیلایا ہے، اور علماء میں تو ذوق تبلیغ سرے ہی سے موجود نہ تھا۔"

چشتی صاحب نے صوفیوں کی اللہ کے دین کے خلاف کارگذاری کو علماء کے سر تھوپ کر ان کی بڑی تحقیر کی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ صوفیوں کے یہاں اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ کے تحت قرآن وحدیث، آثارِ صحابہؓ اور مسلمانوں سے مروی تاریخِ اسلامؒ خارج از بحث ہے۔

لھٰذا اسلیم چشتی صاحب نے بھی اُن علوم کے مقابلہ پر وید، پُران،

منوسمرتی اور اسلام کی مخالفت میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان کے مطالعہ کو ترجیح دی ہے۔ چشتی صاحب کو مبلغینِ اسلام سے اس بات کا بھی گلہ ہے کہ انہوں نے ویدوں، پرانواں اور منوسمرتی وغیرہ کا اپنی زبان میں ترجمہ کر کے مسلمانوں کو ان کے حُسن و قبح سے متعارف نہیں کیا۔ مثلاً فرماتے ہیں کہ گائتری منتر کا وہی درجہ ہے جو قرآن میں آیۃ الکرسی کا۔ اس کا جاپ (وِرد) انسان میں غیر معمولی قوت پیدا کر دیتا ہے۔ سورداس کے یہ پیدائشی ولی ہونے کے قائل ہیں۔ تلیسی داس سے ان کو اتنی عقیدت بڑھی کہ ان کی سمادھی پر حاضری دینے گئے۔ لکھتے ہیں اکبر کے زمانہ میں علماء کو جو شکست ہوئی تھی پرتگالی پادریوں نے اس موضوع پر کئی کتابیں لکھی ہیں جو میری نظر سے گذر چکی ہیں۔ چشتی صاحب نے اپنی کتاب "اسلامی تصوّف" میں مسلمان مؤرخین کی کتابوں پر اعتماد کرنے کے بجائے۔ اپنے موقف پر بطور دلیل کام چلانے کے لئے اسلام دشمن مستشرقین کی کتابوں میں لکھی ہوئی باتوں کے حوالے استعمال کئے ہیں۔ ان کی مذکورہ بالا کتاب کے خلاف ہنگامہ برپا ہے کہ ضبط کی جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ تصوّف کی تائید میں ہر کتاب دین سے بیگانہ کرتی ہے۔

میرے اس مضمون کا خصوصی حصہ یعنی "ایرانی ساختہ اسلام اور اس کی تبلیغ" لکھنے سے قبل مناسب ہے کہ جلیل القدر ائمہ تصوف کے اقوال جو

ان کی عربی کتابوں سے ترجمہ ہوکر "میثاق" ستمبر ۱۹۶۸ء میں چھپ چکے ہیں۔ وہ ناظرین کی معلومات کے لئے یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ یہی ائمہ تصوف جملہ صوفیوں اور چشتیوں کے محور ہیں۔

ابن عربی | جن کا خطاب شیخ اکبر ہے، اپنی کتاب "فتوحات مکیہ" میں

① وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا کی تفسیر اور من عادیٰ لی ولیاً کی توضیح یوں فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کی ذات میں داخل ہو جاتا ہے تو ظاہری میں تو وہ بندہ، بندہ ہی رہتا ہے لیکن باطن میں خدا ہو جاتا ہے اور یہ دخول بالکل ایسا ہی ہوتا ہے جیسے انسان میں بصارت، سماعت، حرکت و سکون داخل ہیں اس کی مثال حضرت ابراہیمؑ کی ذاتِ اقدس ہے جس میں اللہ تعالیٰ داخل ہو گیا یا وہ خود اللہ کی ذات میں داخل ہو گئے"

② اَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ "خواہشِ نفس ہی انسان کا سب سے بڑا رب ہے۔" اور یہ کہ "صوفی کی خواہش ہی سب سے بڑا رب ہے"

③ ہمہ اوست کے فلسفہ میں فرماتے ہیں کہ "یہ کُتّے اور سور بھی ہمارے الٰہ ہیں۔

ابن فارضی | جن کو صوفیاء "سلطان العاشقین" کے لقب سے یاد

فرماتے ہیں، اپنے ایک قصیدے میں لکھتے ہیں کہ "عرب کی مشہور معشوقات، لُبنیٰ، لیلیٰ، ثبینہ اور عزّہ جیسے فانی معشوقوں میں ذاتِ الٰہی حلول کئے ہوئے تھی اور ان کے چاروں عاشق جمیل، قیس، کثیر اور عامر کی صورتوں میں اللہ جلوہ گر تھے"۔

عبدالوہاب شعرانی ان کا خطاب ھیکلِ صمدانی ہے، اپنی کتاب "طبقات کبریٰ" میں "اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۝" کی تفسیر میں اپنے استاد دسوقی کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ "اولیاء، اللہ سے سرگوشیاں کرتے رہتے ہیں اور ازل میں، میں خود اور اللہ کے رسولؐ اللہ تعالیٰ کے سامنے موجود تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ دوزخ کے داروغہ کو جا کر حکم دے کہ آگ بند کر دے اور رضوان سے کہو کہ جنت کے دروازے کھول دے، چنانچہ دونوں نے میرے حکم کی تعمیل کی"۔

بایزید بسطامی آپ سلطان العارفین کے نام سے ملقب ہیں وحدۃ الوجود کے ساتھ ارکانِ اسلام یعنی صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ سے معافی کا اعلان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

(۱) ایک بار میں حج کے ارادے سے چلا۔ راستہ میں ایک قطب ملے۔ انہوں نے فرمایا بسطامی! اللہ نے مجھ میں اپنا مسکن بنا لیا ہے، تو نے تو مجھ کو

کی شہادت کے بعد شیعت کی بنیاد پڑی۔ ایرانی در پردہ تو مجوسی رہے لیکن بظاہر شیعت کا لبادہ اوڑھ لیا کہ ایک فرقہ بن کر مسلمانوں کے درمیان رہتے ہوئے اسلام اور عربوں کی بربادی کے کام کرتے رہیں۔ ایرانیوں اور عراقیوں کا ہی یہ مرکب ٹولہ تھا جو حضرت علیؓ کو مدینے سے کوفے آیا اور تاحیات ان کو ستاتا رہا۔ ایرانیوں نے اپنی مدد سے بنو عباس کو بنی اُمیہ کی حکومت کے خلاف کامیاب کرایا اور دورِ عباسیہ میں یہی حکومت کے کُل پرزے بن گئے۔ ان کی اسلام دشمنی اور در پردہ آتش پرستی کی جرأت کا اندازہ اس مثال سے لگایا جا سکتا ہے کہ یحییٰ برمکی جس کو ہارون رشید پدر بزرگوار کہا کرتا تھا، ایک دفعہ ہارون رشید کے ساتھ حج پر گیا تو وہاں ہارون کو مشورہ دیا کہ حرم شریف کے صحن اور گوشوں کو معطر رکھنے کے لئے اس میں عود و لوبان کے سلگتے رہنا کا مستقل اہتمام کر دیا جائے۔ ہارون نے دبی زبان میں صرف اتنا ہی کہا کہ بدنام ہو جاؤنگا کہیں نے حرم شریف میں آتش پرستی شروع کرا دی۔

ایرانیوں نے ابتدا ہی سے عربی زبان کو اپنانے سے گریز کیا، ان کو خدشہ تھا کہ اگر عربی ان کے یہاں مروج ہو گئی تو آگے چل کر ان کی نسل بھی اسی طرح مستقل مسلمان اور عرب قوم بن جانے کی جیسی کہ شمالی افریقہ کی اقوام۔ مامون رشید جو ایرانی ماں سے تھا یحییٰ برمکی کی بیوی اس کی رضائی ماں، جعفر برمکی اس کا رضائی بھائی تھا جس کی مادری زبان بھی، عربوں کے بجائے اس کو ایرانیوں پر اعتماد تھا۔ ہارون رشید نے ان تمام باتوں کا خیال کرتے ہوئے اس کو خراسان کی حکومت سونپ دی تھی۔ باپ کا انتقال ہونے پر اس کا بڑا بھائی امین رشید خلیفہ ہوا، ایرانیوں نے مامون کو خلیفہ بننے کا لالچ دیا، امین قتل ہوا اور مامون خلیفہ بن گیا۔ ایرانیوں پر مشتمل ایک جماعت تیار کی گئی جس کا نام فوجِ تطہیر رکھا گیا۔ اس فوج نے مملکت کے طول و عرض میں تلاش کر کر کے با اثر شیوخ اور ان کے نظم کو ایسا ملیا میٹ کیا کہ ایرانی منصوبے کے

مطابق جب عباسی حکومت ڈگمگائی تو اس کی جگہ لینے والا کوئی نہ تھا۔ ایرانیوں نے کھلے عام مجوسیت پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ ایرانی زبان و تہذیب کے مکمل تحفظ کا اعلان ہوا، ان کے مدارس میں عربی کی تعلیم بند کرا دی گئی۔ ایرانیوں نے مامون سے وہی کام لیا جو ابو الفضل اور فیضی نے بعد میں اکبر سے ہندوستان میں اسلام کی بیخ کنی کا کام لیا۔ فرق دونوں میں صرف اتنا ہے کہ اکبر جاہل تھا اس کی اسلام آزاری ہر کس و ناکس پر ظاہر ہوگئی۔ مامون پڑھا لکھا تھا اس نے بھونڈے پن سے کام نہیں کیا، اور اب تک ایرانی ثقافت کے زور پر اس کا اسلامی ہیروز میں شمار ہے۔

ایرانیوں نے اپنے ملک و قوم کو عربی زبان سے پوری طرح محفوظ کر لینے کے بعد اس منصوبہ پر عمل کیا کہ ایران سے اسلام عربی زبان اور اپنے اصل رنگ و روپ میں جانب مشرق نہ گذرنے پائے، لہذا اس کو فارسی زبان میں ڈھالا اور مجوسیت، صوفیت، رافضیت منطق اور فلسفہ کی جتنی بھی ملاوٹ اسلام میں کر سکے وہ کی گئی اور حد کر دی کہ اسلام کے بنیادی ستون صوم و صلوٰۃ کا نام مجوسی طریقہ عبادت روزہ نماز رکھدیا، اللہ کے بجائے خدا کا لفظ مروّج کرا دیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے اور پڑھنے کے بجائے ۷۸۶ کے ہندسے لوگ لکھنے لگے۔ حالانکہ ان اعداد سے مراد حضرت علیؓ کی شیعہ پسند توسیف ہے۔ بعض غالی لوگ اس کے نیچے ۳۰۰ بھی لکھتے ہیں (۵۵۶؍) ۳۰۰ سے مراد محمدؐ ہے۔ عوام کے نچلے افراد کے لئے انگریزی میں "ٹوم ڈک۔ ہیری" اور اردو میں "ایرا۔ غیرا نتھو خیرا" بولا جاتا ہے، ان کے یہاں "زید۔ بکر۔ عمر" کہکر صحابہؓ کی تذلیل کی جاتی ہے۔ غرض ایسی بے شمار تکلیف دہ باتیں ہیں۔ جو مسلمانوں کی لاشعوری سے ان میں مروج رہیں۔

تصوّف کی حقیقت

تھیوسوفی یا تھیوسوفیہ یونانی زبان کے الفاظ ہیں جس کے معنی صوفی کا مسلک و مذہب۔ دنیا کی تمام لغتوں میں اس کی معنوی تشریح یہ کی گئی ہے کہ "نبی اور وحی کے بغیر خدا کو صرف گیان و دھیان سے پہچاننا"۔ چنانچہ اللہ کے بھیجے ہوئے ادیان کے علاوہ جتنے مذاہب ہیں ان کے بانیان نے اپنے گیان و دھیان ہی سے اکاش اور اس کے بنانے والے کا اندازہ لگایا ہے۔ جلیل القدر ائمۂ تصوف جن عقائد کے حامل ہیں وہ ان کا اپنا ہی تو گیان و دھیان ہے۔ مسلمانوں کے روپ میں اسی گروہ کے لوگ جادو سیکھتے ہیں اور جادوگری کے کرشموں کو مراقبہ کا ماحصل یا اپنے شیوخ کے عطیات بتاتے ہیں۔ اس کو کرامت کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور ان جادوگروں کو ولی کے نام سے مشہور کیا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل کتاب "جادو کی حقیقت" میں ملے گی۔

حاملانِ تصوف نے بڑی دلیری سے کام لیا کر ان یونانی الفاظ کو جوں کا توں صوفی کو صیغۂ واحد اور صوفیاء کو صیغۂ جمع میں اختیار کر لیا ورنہ دنیا کے حلقہ ہائے تصوف سے کٹ جاتے۔ مسلمانوں کو اس لفظ سے مانوس کرنے کے لئے اس کا رشتہ اخوان الصفّاؓ سے جاملایا۔ یہ اخوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجدِ نبوی سے ملحقہ چبوترے پر مقیم حصولِ دین اور تبلیغِ دین کے لئے اپنے آپ کو وقف کئے ہوئے تھے (یہ چبوترا اب بھی مسجدِ نبوی میں روضۂ مبارک سے متصل محفوظ ہے۔ ان اخوان کو صفا کہہ کر اس لئے پکارا جاتا تھا کہ اذان کے بعد صفِ اوّل انہی سے بنتی تھی۔ کلام مجید میں یہ لفظ صف درصف ہونے اور صف بنانے کے مفہوم میں متعدد مقام پر آیا ہے۔ وَاللہُ اعلم بالصّواب

صوفیت کے شیدائیوں نے ص پر زبر کی جگہ پیش لگانے کی تحریف کر کے صُوف بنایا جس کے معنی بال اوراون کے ہیں یعنی صُوف سے بن ہوا کپڑا پہننے والے۔ اخوان کو اگر اس رعایت سے صُفا کہا جائے تو مدینہ کے تمام لوگ وہی کپڑا پہنتے تھے جو اخوان کو نصیب تھا لہٰذا مدینہ کی تمام آبادی کو صُفا کہا جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ تصوّف اور صوفی کے الفاظ نہ قرآن میں ہیں نہ حدیث میں نہ کہیں آثار صحابہؓ میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ دائرہ معارف اسلامی کی جلد ششم ص ۴۱۹ پہ لکھا ہے کہ "الصوفی" کو لقب کے طور پر تاریخ میں پہلے پہل آٹھویں صدی کے نصف اخیرہ میں کوفے کے ایک شیعہ کیمیا گر جابر بن حیان کے نام کے ساتھ استعمال ہوا ہے کوشش یہ کی جارہی ہے کہ اس کو "اسلامی تصوف" کا نام دیکر مسلمانوں کے دلوں سے اس کی کراہیت مٹائی جائے۔ یہ بالکل ایسا ہی فعل ہے جیسے کمیونزم کو اسلامی سوشلزم کا نام دیکر مسلمانوں کو گمراہ کیا جارہا ہے۔

ہندوستان میں ایرانی ساختہ اسلام کی تبلیغ

ایران سے جانب مشرق انہی صفات وعقائد کے تربیت یافتہ صوفیوں کو ایران کا ساخت کردہ اسلام پھیلانے کے لئے بھیجا گیا۔ یہ فرداً فرداً ہندوستان میں جس جس جگہ مناسب سمجھا ہندوؤں کی سی فقیرانہ ٹھاٹ کی کٹی بنا کر بیٹھ گئے لوگ ان کے گرد جمع ہونے لگے۔ کام چل پڑا۔ انہوں نے دیکھا کہ یہاں گرو اور چیلوں کا رواج ہے اور چیلے گرو کے لئے بہت بڑی طاقت ہیں لہٰذا انہوں نے اس کی جگہ ایرانی اصطلاح میں پیری مریدی شروع کردی ان کے یہاں عبادت سے مراد بھجن گانا اور بجانا ہے انہوں نے اس کا بدل قوّالی سے کیا۔ ہندوؤں میں بجانے کے آلات ڈھول، گھنٹہ، ناقوس

اور جلن ترنگ تھے، ان کے علاوہ چند آلات مزامیر صوفی لوگ ایران سے اپنے ساتھ لائے اور کچھ انہوں نے یہاں ایجاد کئے جیسے امیر خسرو نے ستار ایجاد کیا ہے۔ ہندو اپنے مٹھوں اور تیرتھوں پر سالانہ جمع ہو کر تیرتھ مناتے ہیں۔ صوفیوں نے پیروں کے نام سے مزار بنائے اور ان پر سالانہ عرس کرنے لگے اور عرس کی فضیلت حج سے بڑھا دی اور حج کی فرضیت اس بہانے سے ختم کر دی کہ راستے دشوار اور غیر محفوظ ہیں۔ مزاروں میں مدفون کے فیوض و بخشش کا دور دور تک ڈنکا بجایا گیا۔ حاجت مند جمع ہونے لگے۔ چڑھاووں کی بھرمار سے مجاوروں کی آمدنی اور گل چھرے دیکھ کر مزار بنانے کی وبا عام ہو گئی۔

شریعت کے مقابلہ پر طریقت اور سرّی و باطنی علم کا ڈھونگ

حجۃ الوداع کے موقع پر حضورؐ نے تقریباً سوا لاکھ صحابہؓ سے شہادت لی تھی کہ آپ لوگ شاہد ہیں کہ اللہ نے جو دین مجھ پر نازل فرمایا ہے وہ میں نے من و عن آپ کو پہنچا دیا؟ تمام حاضرینؓ نے ہاتھ اٹھا کر با آواز بلند کہا کہ ہم شاہد ہیں کہ آپؐ نے ہم کو پورا دین پہنچا دیا ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے ہاتھ بلند کر کے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اللہ آپ بھی شاہد ہے۔ ان صوفیاء کا کہنا ہے کہ سرّی و باطنی علم (جس سے ان کی مراد تصوف ہے) حضورؐ نے صرف حضرت علیؓ کو دیا تھا جو سینے بسینے ان صوفیوں کو پہنچا ہے۔ یہ حضورؐ کی شان میں انتہائی گستاخی اور آپ کی دیانت پر شرمناک دست درازی ہے۔ صوفیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جس کو طریقت کا علم (تصوف پر عمل کا طریقہ) آجاتا ہے۔ اس پر سے شریعت کی تمام پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں، اس سے یہ مقصد حاصل کیا کہ بظاہر مسلمان

یہ باطنی صوفیوں کے بین الاقوامی عقیدوں سے وابستگی قائم رہی۔ دنیا میں صوفیوں کی انجمنوں THEOSOPHICAL SOCITIES کی تعداد پچاس ہے جو چار بین الاقوامی وفاقوں میں منسلک ہیں۔ کراچی میں تھیوسوفیکل سوسائٹی کا دفتر، کتب خانہ اور ہال بند رروڈ پہ ہے۔ ان کی تقریبات میں صوفی کے گانے SUFI SONGS بڑے اہتمام سے گائے جاتے ہیں۔ تھیوسوفسٹ کی کتاب MYSTICISM IN ISLAM میں مسلمان صوفیوں کی خاصی وضاحت ہے۔ (ہندوپاکستان کے مسلم صوفیوں کا رشتہ، صوفیت کی ایرانی شاخ سے ملتا ہے) رضا شاہ نے اپنی بادشاہی کے آخری ایام میں ایران چھوڑنے سے قبل اعلان کیا تھا کہ "میں صوفی ہوں" (مسلمان ہونے کا نہیں)، وہ یہی سلسلہ صوفیت کا تھا جس سے اس نے اپنی وابستگی کا اظہار کیا تھا۔ لیکن ایرانیوں نے اس کے سابقہ کردار کی وجہ سے اس کا اعتبار نہیں کیا۔

صوفیوں کے بین الاقوامی عقیدے

(۱) دنیا کے تمام انسانوں سے بلا امتیاز نسل، مذہب، قوم، رنگ اخوت برتنا۔
(۲) تمام مذاہب و فلسفوں کا تقابلی مطالعہ کرنا۔
(۳) اپنے گیان و دھیان و مراقبہ سے آکاش کے بھیدوں کا پتہ لگانا
(۴) ہمہ اوست یعنی ہر شے خدا ہے۔
(۵) تناسخ (مرنے کے بعد اسی دنیا میں کسی مختلف ہیئت میں زندہ رہنا، اگر مرنے والا مرشد کے درجہ کا آدمی ہے، تو اس کی فیض رسائی کے جاری رہنے پر ایمان)
(۶) ترکِ حیوانات یعنی گوشت کھانے سے پرہیز۔ برصغیر کے صوفیوں کے یہاں اکثر وظیفوں میں "ترکِ حیوانات" لازمی ہے۔ ان کے خیال میں روحانیت بڑھانے کا یہ بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اپنے یہاں کا صوفی کافر کو کافر کہنے کے خلاف ہے۔ کسی کے خلاف

[1] اسکی مزید مدت تو ان ہی لوگوں کو ہو سکتی ہے جنکا ایمان اسلام کے دین مکمل ہونے پر نہیں ہوا اور ان کے خیال میں "الدین" کے علاوہ بھی کہیں "حق" پایا جا سکتا ہے۔

شریعت عمل کو "رمز" پر محول کرتا ہے۔ (کافروں کی کتابوں کا مطالعہ اور ان کے ترجموں کی مسلمانوں میں تشہیر پر یوسف سلیم چشتی کو اسی وجہ سے اصرار ہے) صوفیاء کے مراقبوں کے احوال تو ان کے جلیل القدر راہنما کے اقوال سے واضح ہیں۔ صوفیوں کے مندرجہ ذیل عقائد کی تشریح کے لئے ناظرین اپنی فہم سے کام لیں۔

(۱) عشق حقیقی سے پہلے عشق مجازی لازم ہے۔

(ب) اپنی خواہش نفس یا صوفی کی خواہش انسان کا سب سے بڑا رب ہے۔

(ج) محرمات ان کی منہاج ہیں۔

دنیا کے تمام صوفی اپنے کسی نہ کسی بزرگ میں الوہیت کے قائل ہیں۔ شیعوں کے گروہ میں یہ لوگ حضرت علیؓ کو الوہیت کا مقام دیئے ہوئے ہیں اور سنیوں میں مقام رسالت کے بہانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ بلا جھجک اور اعلانیہ اللہ کی جگہ سمجھتے اور پکارتے ہیں۔

قرآن وسنت، آثار صحابہؓ اور تاریخ سے ناآشنا یہی لوگ ہندوستان میں اسلام کی نمائندگی کرتے چلے آرہے تھے۔ وہ بھلا گمراہیوں میں گھیرے ہوئے اکبر کو کسطرح اللہ کا راستہ دکھا سکتے تھے اور اس کی محفلوں میں کافروں کی دریدہ دہنیوں کا جواب دینا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ مجدد الف ثانیؒ نے جہانگیر کو اس کے باپ کی گمراہی کا احساس دلایا مگر عام مسلمانوں میں اصلاح کے آثار پیدا نہیں ہوسکے۔

اورنگزیب عالمگیر کو اللہ نے دل مسلم عطا کیا تھا، وہ کفر و شرک میں ملوث مسلمانوں کو راہ راست پہ لانے کے لئے متردد تھے۔ اسلام کا کوئی ضابطہ سامنے نہیں تھا، شاہ عبدالرحیم کے سپرد یہ کام ہوا، شاہ صاحبؒ نے قرآن وسنت کی روشنی میں ایک ضابطہ "فتاویٰ عالمگیری" کے نام سے تشکیل دیا لیکن صوفیاء وقت نے اس کو اپنانے سے انکار کردیا اور یہ کتاب ایک دن کے لئے بھی مروّج نہ ہوسکی۔

یہ تھا صوفیوں اور چشتیوں کا ہندوستان میں پھیلایا ہوا اسلام، جو حقیقت میں اسلام کے خلاف لگایا ہوا ایسا سنگین و پختہ بند ہے کہ ان کے معتقدین آج تک اسی کو اسلام سمجھتے ہیں اور حاملانِ دینِ متین سے ان کو انتہائی نفرت ہے۔

فتاویٰ عالمگیری کے خلاف صوفیوں کی ہنگامہ آرائی دیکھتے ہوئے عالمگیر اور شاہ صاحبؒ اس نتیجے پر پہنچے کہ جب عالم دین ہی موجود نہیں تو دین کون پھیلائے اور اسلامی اقدار کیسے جاری ہوں۔ لہٰذا طے پایا کہ پہلے علماء دین پیدا کئے جائیں۔

اس طویل المدت منصوبہ کے تحت ہندوستان میں پہلی دینی درس گاہ "مدرسہ رحیمیہ" کے نام سے قائم ہوئی۔ شاہ عبدالرحیمؒ کے بعد ان کے بیٹے شاہ ولی اللہؒ اس کو لے کر آگے بڑھے، شاہ ولی اللہؒ کے بعد ان کے چاروں بیٹوں نے یہ کام سنبھالا۔

صوفیوں کے مد نظر چیبے مسلمان بنانے مقصود تھے، ان کو نہ صرف یہ کہ عربی زبان سے بے علم رکھا بلکہ یہ تک اہتمام کیا کہ اس کا موقع بھی نہ آنے پائے کہ وہ قرآن کو اپنی زبان میں ترجمہ کے ذریعہ بھی سمجھ سکیں۔ چنانچہ قرآن کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرنا کفر قرار دیا ہوا تھا اور ترجمہ کرنے والے کو کافر۔

شاہ صاحبؒ نے قرآن کا فارسی میں ترجمہ کیا تو ان پر صوفیاء نے کفر کا فتویٰ لگایا اور ان کو قتل کرانے کی بھی کوشش کی گئی۔ پھر ان کے بیٹے عبدالقادرؒ نے اردو میں ترجمہ کیا تو ان پر بھی تکفیر جاری ہوئی۔

ہندو پاکستان میں جو دینِ متین کے حامل و پیرو آج نظر آ رہے ہیں وہ اسی خاندانِ ولی اللّٰہی کی برکتوں کا نتیجہ ہے۔ اور صدیوں سے بند کردہ حج کا اجراء بھی ۱۹۲۰ء میں انہی کے خانوادوں کے طفیل ہوا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

یہ اظہارِ حق ہے جو کسی مصلحت کا تابع نہیں